امیر شکیب ارسلان
ترجمہ : رئیس احمد جعفری

فرانس پر عربوں کی یلغار

اس موضوع پر سب سے اہم کتاب مشہور فرانسیسی مستشرق موسیو رینو[1] کی ہے۔ اس کتاب کا نام ہے "غادات العرب علی فرنسا ومن فرنسا علی سافوائی وبیومنت و سویسرہ فی القرن الثامن والتاسع والعاشر من التاریخ المسیحی بحسب روایات المورخین المسلمین۔"

یورپ کے تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ عربوں نے ہسپانیہ فتح کرنے کے بعد فرانس پر یلغار کی، اور اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ شارل مارٹیل نے یورپ کو یورشیہ سکے

---

[1] رینو Reinaud، اس کا پورا نام جوزف رینو ہے۔ ولادت ۱۷۹۵ء اور وفات ۱۸۶۷ء

اس مستشرق نے اپنی کتاب میں مسلمانوں کو "سار اسین" کے نام سے یاد کیا ہے۔ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس لفظ کا اطلاق عربوں پر کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ رنگ کے لحاظ سے وہ گندم گوں ہوتے ہیں جسے "سار اسین" کہتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ سار اسین سراکنو سے محرف کیا گیا ہے۔ مسلمان جب روم میں داخل ہوئے تو انھیں اسی نام سے پکارا گیا۔ اور سراکنو محرف ہے Scharaka سے جس کے معنی ہیں شرقی یا "شراقہ" یعنی مشرق کے رہنے والے لوگ۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں ذکر کیا ہے کہ بادشاہ قسطنطنیہ کے دربار میں جب وہ پہنچا تو اس نے سوال کیا: "ھل ھو سراکنو؟ یعنی کیا وہ سراکنو یعنی مسلمان ہے؟

معرکۂ نہیرہ میں عربوں سے بچا لیا تھا۔ اگر اس معرکہ میں عربوں کو شکست نہ ہوئی ہوتی تو کوئی شبہ نہیں وہ سارے یورپ پر حکمراں ہو جاتے، اور ان کا بہت بڑا حصہ حلقۂ اسلام میں داخل ہو جاتا۔

اس جگہ ہم اس کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ فرنچ، جرمن، انگریز اور دوسرے یورپین مورخین نے اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہے اس کا اعادہ کریں۔ نہ یہ بات کچھ ضروری معلوم ہوتی ہے کہ جن واقعات پر یورپین اور عرب مورخین متفق ہیں ان کی تفصیل میں جائیں۔ اس کتاب سے ہمارا مقصد ان جزئیات کا استقصاء ہے جو قلب یورپ میں عربوں کی غارت گری سے تعلق رکھتی ہیں۔

اور اس سلسلہ میں موسیو رینو کی کتاب سے بڑھ کر کوئی کتاب بھی معتبر اور مستند نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کتاب کا موضوع خاص طور پر غارت عرب ہے۔ اور لکھنے والا وہ شخص ہے جو محققین کی صف میں مرتبۂ امتیاز پر فائز ہے۔ تاریخی واقعات کو کھنگالنا اور انھیں ایک خاص نہج سے ترتیب دینا اس کا کمال ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسے عربی زبان پر بھی مکمل دسترس حاصل ہے۔ جہاں تک اس سے ممکن ہو سکا ہے اس نے ان تمام تاریخی روایات کا تقابل جو قدیم لاطینی زبانوں میں موجود ہیں عربی کتابوں سے بھی کیا ہے۔ اس کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ وہ کسی روایت اور خبر کو جب ذکر کرتا ہے تو حاشیہ میں ماخذ کا اندراج ضرور کر دیتا ہے، اور وہ بھی بڑی تفصیل کے ساتھ۔ یعنی مؤلف، کتاب، حصہ اور صفحہ کی قید کے ساتھ، بلکہ یہ بھی بتا دیتا ہے کہ اپنی یہ کتاب حوالہ اس نے کہاں پائی اور کہاں دیکھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم مستشرق مذکور کی کتاب پر پورا پورا اعتماد کرنے پر مجبور ہیں۔ جس طرح شمالی اٹلی اور سویزرلینڈ کے بعض مقامات پر استیلاء عرب کی تاریخ میں اس مستشرق اور ایک دوسرے سوئس مستشرق فرڈی نینڈ کیلر[۱] پر جو ایک جرمن نژاد شخص تھا اعتماد کرنے پر مجبور ہیں۔ ہم

---

[۱] Ferdinand Keller

(باقی اگلے صفحہ پر)

جہاں کہیں موسیو رینو کی کتاب کا خلاصہ پیش کریں گے اس کے مقابلہ میں مشہور عربی تاریخوں کے روایات کا ذکر بھی کریں گے۔

رینو اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

"ایک ایسا وقت بھی آیا کہ فرانس کی سرزمین عربی حملہ آوروں کی جولانگاہ بن گئی۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے ہسپانیہ پر اور آس پاس کے شہروں پر قبضہ کرکے داد فرمانروائی دینی شروع کردی تھی۔ یہ لوگ اپنے ساتھ ایک نئی زبان اور کچھ نئے اوضاع و اطوار بھی لائے تھے۔ اور اب یہ ایک نہایت اہم اور پیچیدہ سوال پیدا ہوگیا تھا کہ آیا فرانس اور ممالک یورپ اس نئی قوم کے سامنے سرنگوں ہوکر ان چیزوں کی حفاظت کرسکیں گے یا نہیں جو انسان کو بہت زیادہ عزیز ہوتی ہیں، یعنی دین، وطن اور اوضاع ملّی۔

ہر زبان پر یہی چرچا تھا اور لوگ ایک دوسرے سے یہی سوال کرتے تھے۔ ایک سوال یہ بھی تھا کہ یہ حملہ آور سب کے سب عرب تھے یا متفرق اور مختلف اقوام کا مجموعہ حملہ آوروں کی صورت میں آگے بڑھا تھا۔ دوسرا قابل غور سوال یہ ہے کہ ان کثیر الوقوع اور پیہم و مسلسل حملوں کے نتائج کیا ہوئے؟ اور آخری سوال جو دلچسپ بھی اور اہم بھی تھا یہ تھا کہ ان غارت گروں نے اپنے کچھ آثار بھی چھوڑے یا نہیں؟ اس موضوع پر محققین و مورخین نے کافی بحثیں کی ہیں۔ لیکن ایسی کوئی کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری جو صرف اسی موضوع کو پیش نظر رکھ کر خاص طور پر تالیف کی گئی ہو اور جس میں جمیع وقائع جس کی ہمیں تلاش و جستجو

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

ڈاکٹر فرڈی نینڈ کیلر کی کتاب کا نام ہے:

"غارات العرب علی سویسرہ فی اواسط القرن العاشر" یعنی دسویں صدی عیسوی کے وسط میں سویٹزرلینڈ پر عربوں کی غارت گری۔" یہ کتاب زیورچ کی جمعیت آثار قدیمہ نے شائع کی ہے۔

ہے اور جس سے نتائج عامہ مستنبط ہو سکتے ہیں، مرتب کی گئی ہو۔ بلاشبہ ایسی تالیف بہمہ وجوہ مکمل اسی وقت کی جا سکتی ہے جب کہ اس میں یورپ کے روایاتِ مسیحیہ کے پہلو بہ پہلو روایاتِ عربیہ اسلامیہ بھی موجود ہوں۔ تاکہ بیک وقت اور بیک نظر غالب اور مغلوب کا قول پرکھا جا سکے۔

ایک عرصہ دراز سے یورپ کے لوگ سنجیدگی سے یہ بات محسوس کر رہے ہیں کہ عرب حملہ آوروں کے بارے میں اور اس سلسلہ کے واقعات و حوادث سے متعلق یورپین کے روایات کافی نہیں ہیں۔ جس زمانہ میں یہ حوادث رونما ہوئے، اور فرانس پر عربوں کی غارت گری عمل میں آئی، ان بلاد کے لیے وہ زمانہ بڑا کٹھن تھا۔ ۷۱۲ء میں جب فرانس پر عرب حملوں کا آغاز ہوا یہ بلاد نوستریا[۲]، آستر ازیا[۳] اور بورغونیا[۴] کے مابین شمالی یورپ میں منقسم تھے، اور جنوبی یورپ میں اکیتانیا[۵] کی حکومت نہر لوار سے جبال بیرانا تک پھیلی ہوئی تھی۔ گوتھ کا مغربی حصہ[۶] ان کے قبضہ میں تھا جس کا ایک حصہ لانغدوق[۷] اور دوسرا

---

[۱] رینو کا خیال ہے کہ اس نے اپنے دو پیش رو مؤرخوں پر اپنی تحقیقات میں سبقت کی ہے۔ جن میں سے ایک پہلے کی کتاب کا نام ہے: "خلاصة تاريخية لحروب المسلمين في بلاد الغال" اور دوسرے کی کتاب کا نام ہے "التاريخ العام للقرون الوسطى"۔

[۲] Neustrie ، فرانس کا ایک شہر

[۳] Austrasie ، شرقی فرانس کا ایک شہر

[۴] Bourgogne ، یہ شرقی فرانس کی ایک مستقل مملکت تھی۔ جو اگرچہ اس سے ملحق تھی لیکن اپنی آزادی پر مصر بھی تھی۔ ۱۴۷۷ء سے پہلے پورے طور پر یہ فرانس کی مطیع نہیں ہوئی۔

[۵] Aquitaine

[۶] Visigoths ، یعنی "گوتھ" ۷۱۲ء میں اس قوم نے بلاد غال پر (باقی اگلے صفحہ پر)

پرو فانس[1] پر مشتمل تھا۔

اس زمانہ میں طوائف الملوکی عام تھی۔ امور مملکت میں بھی اور سوسائٹی میں بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس عہد کے معلومات جو ہمارے قبضہ میں ہیں وہ حد درجہ تشنہ ہیں، اور وہ تاریخی واقعات تو بہت ہی مبہم ہیں جو شارل مارٹل کے بیٹے ببین اور ببین کے بیٹے شارلیمان کے عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہی وقت تھا جب مسلمان حملہ آور اس سرزمین پر قدم رکھنے میں کامیاب ہوئے۔ دوسری مرتبہ بھی ان کی غارت گری اس وقت ہوئی جب خاندان لوئس (Ledebonnaire) کا زمانہ تھا۔ پھر عربوں نے فرانس پر اپنے غارات کی تجدید نارمنڈیوں کے زمانہ میں کی، اور ان دونوں میں خوب خوب جھڑپیں ہوئیں۔

ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان حوادث سے متعلق عرب کی تاریخوں میں جو واقعات درج ہیں وہ بے کم و کاست قابل اعتبار ہیں۔ کیونکہ جن لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں وہ بعد کے زمانہ کے لوگ ہیں، اور ان کے معلومات کا سرچشمہ معاصرین نہیں ہیں۔ البتہ کچھ مورخ ایسے بھی ہیں جنھوں نے اپنی کتابیں ان شروط کو ملحوظ رکھ کر لکھیں جو کتاب کو بہمہ جہت مستند و معتبر بنانے کے لیے کافی ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ایسی کتابوں تک رسائی ممکن نہیں ہے۔

عرب مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ بن نُصیر کی تاریخ اس کے پوتے نے لکھی تھی۔ اس

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

حملہ کیا اور قابض ہو گئی۔ ۸۱۱ء میں طلوزہ کو اس نے پایۂ تخت بنالیا۔

۵ے Languedoc، جنوبی فرانس کا ایک صوبہ۔

---

[1] Provence، یہ بھی ایک مستقل مملکت تھی جو بعد میں فرانس سے ملحق ہوگئی۔ یہ واقعہ چارلس ششم کے عہد کا ہے

تاریخ میں طارق بن زیاد کی شان میں ایک قصیدہ بھی ملتا ہے جو بہت مدت بعد لکھا گیا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ کتابیں جو حوادث کے بعد لکھی گئیں شروط تحقیق کو پورا نہیں کرتیں۔ ایسی روایتیں بھی کافی ہیں جو ایک دوسرے کی سنی ہوئی باتوں پر مشتمل ہیں۔ لیکن یہ نہ بھولنا چاہیے کہ یہ دَور عربوں کی حمایت اور مجد کا دَور ہے، اور اس زمانہ میں زبانی روایتیں[1] زیادہ تر اپنے ممدوحین کی برتری اور تفوق کی داستان پر مشتمل ہوتی تھیں۔

لیکن عربوں کی دسترس میں ایسے وسائل بھی تھے جنھوں نے فرانس کے داخلی حالات سے ان کی معرفت بہت آسان کر دی تھی۔ اس لیے کہ وہ مدت مدید تک آس پاس کے علاقوں میں موجود رہے تھے۔ اور فرانس کے مضافاتی شہروں سے ان کا ربط ضبط قائم تھا۔ اس کے علاوہ سفیروں کے تبادلہ کی رسم بھی جاری تھی۔ اور اس طرح بہت سے حالات خود بخود علم میں آجایا کرتے تھے۔ مسعودی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ ۹۳۶ء کے لگ بھگ مترّان جیرون کتالونیہ سے قرطبہ آیا، اس کا اصل نام غودمار (Godmar) تھا۔ یہ زمانہ خلیفہ عبد الرحمٰن الناصر کا تھا۔ اس شخص نے خلیفہ کے بیٹے[2] حَکَم کے لیے جو علم کا بے انتہا شائق اور کتابوں کا رسیا تھا، بلاد فرانس کی ایک تاریخ لکھی جو کلوفیس کے زمانہ سے لے کر اس کے عہد تک کے حالات پر مشتمل تھی۔[3] شارلیمان کے زمانہ میں کتالونیا فرانس کا ایک حصہ

---

[1] رینو نے یہ جملہ لکھنے کے بعد حاشیہ پر لکھا ہے:

"ہم نے تاریخ "فتح العرب لاسبانیہ مرتین" سے کوئی چیز نہیں لی۔ یہ کتاب ابو القاسم طریف بن طارق کی طرف منسوب ہے جو واقعات کا چشم دید گواہ ہے۔ لیکن یہ تاریخ جعلی ہے۔ سولھویں صدی عیسوی میں میکال دولونا (Miquel Deluna) کی وضع کی ہوئی جو بادشاہ فلپ دوم کا ترجمان خصوصی تھا۔

[2] رینو نے اس موقع پر پھر ایک حاشیہ لکھا ہے۔ وہ کہتا ہے، (باقی اگلے صفحہ پر)

تھا، اور مسٹر ان جیرون نے اپنی کتاب میں لوئس کی سیادت کا اعتراف کیا۔ لہذا ہم بجا طور پر یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ مسعودی نے جس تاریخ فرانس کا ذکر کیا ہے مصر میں اس کا نسخہ اسے دستیاب ہوگیا ہوگا، اور بلاشبہ یہ تاریخ صحیح ترین مواد کا کام دے سکتی تھی۔ لیکن حسرت اور افسوس کا مقام ہے کہ اب یہ تاریخ کہیں بھی دستیاب نہیں ہوتی اس کے بارے میں ہمیں صرف اتنا معلوم ہے جتنا مسعودی نے دیا ہے لہ۔

عرب مورخین کو جو اہم بڑی دقت پیش آئی اور جس میں انھوں نے بہت بڑی ٹھوکر کھائی، وہ غیر عرب اشخاص اور مقامات کے نام ہیں جن سے انھیں دوچار ہونا پڑا لیکن جو ان کے لیے مجہول تھے۔ یہی وجہ ہے کہ چونکہ وہ ان کے صحیح تلفظ سے واقف نہ تھے، لکھنے والوں نے الفاظ پر نقطے آگے پیچھے ڈال کر کثیر غلطیاں کی ہیں۔ لہذا جب اپنی کتابوں میں ان کا ذکر کرتے ہیں تو وہ اصل نام سے اتنا دور جا پڑتا ہے کہ اس کی مجہولیت بالکل مکمل ہوجاتی ہے

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

"غودمار اور جیرون وغیرہ قسم کے جو نام ہیں، یہ حذف و تبدیل کے عمل سے مسعودی کی مروج الذہب کے اکثر نسخوں میں دوچار ہوتے ہیں۔ میں نے خاص طور پر موسیو شولز کا نسخہ پیش نظر رکھا ہے۔

موسیو رینو نے جو کچھ فرمایا ہے اس کے بارے میں میں یہ کہتا ہوں کہ مسعودی کی مروج الذہب کا نسخہ جو ۱۳۰۲ھ میں مصر سے چھپا، میرے سامنے ہے۔ اس میں جو نام مختلف اشخاص و افراد اور مقامات کے لیے گئے ہیں، ماننا پڑے گا بڑی حد تک وہ محرف ہیں۔ میں نے بھی اس سلسلہ میں تحقیق کی ہے اور ایسا ہی پایا ہے۔ باقی غودمار کے متعلق ہم نے جو تحقیق کی ہے وہ یہ ہے کہ اس کا اصل نام غودمار ہی ہے اور یہ سیریہ (Coret) اسقف تھا۔

لہ یہ تاریخ نہ فرانس میں موجود ہے نہ اسپین میں۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

اس سلسلہ میں ایک دوسری چیز جو ہمارے لیے بہت زیادہ معین و مفید ثابت ہوسکتی ہے بلکہ ہوئی ہے وہ مسکوکات ہیں، یعنی سکے جو فاتحوں نے ڈھالے تھے۔ لیکن اس میں بھی ایک دشواری ہے۔ عربوں نے اسپین میں اور اپنے فرانسیسی مقبوضات میں جو سکے چلائے تھے وہ وہی تھے جو قرطبہ میں چلتے رہتے تھے۔ دسویں صدی عیسوی تک یہی کیفیت رہی اور اس کے پہلے کے مسکوکات جو برآمد ہوتے ہیں ان میں قرآنی آیتوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ نہ اس وقت کے امیر کا نام ہے نہ ملک کا۔ یہی وجہ ہے کہ اسپین کے استیلا، اولی کے دور کی تاریخ عرب ہمارے لیے ایک کٹھن مسئلہ بن گئی ہے اور اس کی معرفت دشوار سے دشوار تر ہو گئی ہے۔ اور فرانس کے عربی مقبوضات میں تو یہ دشواری اور زیادہ نمایاں ہو گئی ہے۔

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

۲۵ یہ غلطی فریقین میں عام ہے خواہ وہ عرب ہوں یا یورپین، ایک فریق دوسرے کی زبان کے اسماء اور اعلام کے تلفظ میں احتیاط کے باوجود غلطی کر جاتا ہے بلکہ تحریف کا مرتکب ہو جاتا ہے جیسے یورپین مورخین ابن رشد کو افرییس لکھ جاتے ہیں۔